اپنی ذات کیلئے خود مربی بنیں۔
نومبائع کا اول ذمہ دار داعی الی اللہ ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۹ رمئی ۱۹۹۲ء بمقام سپین)

تشہد تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ احمدیت اب ایک ایسے دور میں داخل ہو رہی ہے جبکہ ہر احمدی خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا بالآخر انشاء اللہ تعالیٰ داعی الی اللہ بن جائے گا اور وہ دور پیچھے رہ جائے گا جب احمدی یہ سمجھا کرتے تھے کہ تبلیغ کرنا مبلغ یا مربی کا کام ہے۔ امرِ واقعہ یہ ہے کہ مبلغ اور مربی تو بہت بعد کی پیداوار ہیں۔ احمدیت کا آغاز وہی اچھا آغاز ہے جو اسلام کے آغاز جیسا ہو کیونکہ احمدیت اسلام کے ہی آغازِ نو کا نام ہے۔ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ تشریف لائے تو کوئی مربی کسی ظاہری طور پر رسمی طور پر واقفِ زندگی کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا تھا، کوئی مدرسہ نہیں تھا سوائے اس روحانی مدرسہ کے جو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے جاری فرمایا اور جس کی درسی کتاب صرف قرآن تھی۔ اس کے سوا نہ کوئی مدرسہ تھا نہ کوئی اور کتب تھیں۔ حدیثیں بھی زبانی نصیحت کے طور پر آپ ؐ کے عشاق میں گھوما کرتی تھیں۔ تو پڑھنے کے لئے حدیثوں کی کتاب بھی موجود نہیں تھی۔ ایسی حالت میں اسلام پھیلا ہے کہ ہر وہ شخص جو آنحضرت ﷺ پر ایمان لایا اُس نے آپ ہی کے رنگ اختیار کرنے کی کوشش کی۔ جیسا مبلغ، جیسا مربی آپ ؐ کو پایا، ویسا مبلغ اور ویسا مربی بننا تو کسی دوسرے کے بس کی بات نہیں تھی مگر پوری دیانتداری کے ساتھ، پورے تقویٰ کے ساتھ، انتہائی خلوص کے ساتھ اپنی تمام صلاحیتوں کو کام

لاتے ہوئے ان سب نے کوشش ضرور کی کہ اپنے آقا و مولیٰؐ کے قدم پر قدم رکھیں۔ اور جیسے آپؐ کو خدا کا پیغام پہنچانے کا اس قدر ولولہ تھا کہ لوگ کہتے تھے کہ اپنے رب کی محبت میں یہ پاگل ہو گیا ہے۔ عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّهٗ. (غزالی صفحہ: ۱۵۱) محمدؐ تو اپنے رب پر عاشق ہو گیا ہے اور اسی کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے تھے یہ مجنون ہے اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ (سورۃ الحجر: ۷) تُو تو مجنون ہے، تجھے تو جنون ہو چکا ہے۔ درحقیقت بظاہر یہ ایک بہت ہی بیہودہ اور تکلیف دہ بات تھی لیکن درحقیقت اس میں ایک گہرا راز ہے اور ایک بہت عارفانہ نکتہ ہے جسے بطور عارفانہ نکتہ کے تو انہوں نے نہیں سمجھا۔ جہاں تک ان کی زبانوں کا تعلق ہے وہ ہرزہ سرائی تھی لیکن فی الحقیقت اس میں ایک بہت گہرا عارفانہ نکتہ ہے کہ تبلیغ کا جنون اسی کو ہو سکتا ہے جو اپنے رب کا عاشق ہو جائے۔ جو شخص اپنے رب پر عاشق ہو وہ لازماً اپنے عشق کی دھن میں دنیا کو اس طرف بلاتا رہے گا۔ اس سے بے نیاز اور قطع نظر کہ دنیا اسے کیا کہتی ہے، کیا سمجھتی ہے۔

پس ان دونوں باتوں میں ایک گہرا جوڑ تھا۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے متعلق سارا عرب جانتا تھا کہ ان سب میں سب سے زیادہ صاحب عقل اور صاحبِ دانش تھے بچپن سے جوانی تک، جوانی سے پختگی کی عمر تک آپ نے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنے میں سے سب سے زیادہ امین، سب سے زیادہ صدیق، سب سے زیادہ عقل اور حکمت کی باتیں کرتے ہوئے پایا چنانچہ ہر ایسے مشورے کے لئے جس میں قوم کے لئے زندگی اور موت کا سوال ہوتا یا ہر ایسے مشورے کے لئے جس کے لئے ایک صائب الرائے کے لئے نظریں کسی معقول انسان کو تلاش کیا کرتی تھیں سب نظریں بلاشبہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ ہی کی طرف اٹھا کرتی تھیں۔ یہی نہیں بلکہ بچپن ہی سے آپؐ کے عقل و دانش کی ایسی دھاک بیٹھی ہوئی تھی کہ خانۂ کعبہ کی تعمیر کے وقت بھی جبکہ آپؐ کی عمر چھوٹی تھی جب عرب سرداروں میں خوب جھگڑا ہوا کہ کس قوم کو پہلا حق دیا جائے کہ وہ حجرِ اسود کو اٹھا کر اس جگہ نصب کرے جو اس کے لئے مقرر کی گئی تھی اور یہ جھگڑا کسی طرح طے نہیں ہوتا تھا۔ تو اچانک لوگوں کی نگاہیں اٹھیں اور انہوں نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو جب وہ خدا کے نبی بنائے نہیں گئے تھے، ابھی بچپن کی عمر میں تھے اپنی طرف آتے دیکھا اور سب نے بے اختیار کہا کہ وہ آنے والا آ گیا ہے۔ یہ سب جھگڑے طے کر دے گا، اسی کی طرف بات کو لوٹا دو۔ چنانچہ آنحضور ﷺ جب اس مقام پر پہنچے

تو سب سرداروں نے بغیر کسی اختلاف کے اپنی عمر اور سرداری کے رعب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس چھوٹی عمر کے نوجوان سے یہ کہا کہ آپؐ بتائیں کہ ہم میں سے کون زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس پتھر کو اٹھا کر اس موعود جگہ پر نصب کرے جو مقرر کی گئی ہے۔ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے بغیر جھجک کے ایک ایسا فیصلہ دیا جو علم و حکمت اور دانش کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ایک چادر لاؤ اس چادر کو بچھایا گیا۔ فرمایا تم سب سردار اس چادر کے کونے پکڑ لو اور خود پتھر اٹھا کر اس چادر کے بیچ میں رکھ دیا۔ جس کا حق تھا اُسے پہنچ گیا اور کسی کو کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ کسی کے ذہن میں یہ بات نہ گئی کہ اس پتھر کو نصب کرنے کا اولیٰ حق حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ ہی کو ہے لیکن یہ بات ابھی منصۂ شہود پر ابھری نہیں تھی، ابھی حقیقت بن کر سامنے نہیں آئی تھی۔ آنحضرت ﷺ کی صلاحیتوں سے تو وہ باخبر تھے مگر یہ بھی جانتے تھے کہ اس نور پر ایک آسمان سے اترنے والا ایک نور ہے جو اس نور کو ایسا دوبالا کر دے گا کہ اس کی کوئی مثال دنیا میں کہیں دکھائی نہیں دے گی۔

پس آنحضرت ﷺ کی عقل نے اپنی معصومیت میں وہ فیصلہ کیا جو دیکھنے والے کی نگاہ میں خود غرضی کا بھی ہوسکتا تھا لیکن سارا عرب گواہ ہے کہ کسی دماغ کے گوشے میں بھی یہ وہم نہیں گیا کہ آنحضور ﷺ نے خود اپنی خاطر پتھر پہلے اٹھانے کی خاطر یہ فیصلہ کیا ہے۔ اس کے سوا حل کوئی نہیں تھا۔ خود بخود تو پتھر لڑھک کر اُس چادر پہ جا نہیں سکتا تھا۔ منصفانہ تقسیم اس سے زیادہ ہو نہیں سکتی تھی کہ سب سرداروں کو کہا جائے کہ تم بیک وقت چادر کو پکڑ لو اور اس پتھر کو اٹھا کر اس چادر پر رکھتا کون؟ وہی معصوم انسان جس کے ذہن میں یہ ترکیب آئی۔ اس نے فیصلہ کیا کہ میں اٹھا کر رکھ دیتا ہوں تا کہ سرداروں کا جھگڑا ختم ہو لیکن دراصل اس میں آئندہ ہونے والے واقعات کا ایک بیج تھا جو بڑی عمدگی اور پاکیزگی کے ساتھ بویا گیا۔ سارے عرب کی سرداری نہیں، تمام دنیا کی سرداری آپؐ کو عطا ہونی تھی کیونکہ خانۂ کعبہ عربوں کی آماجگاہ نہیں بلکہ جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ (آل عمران:۹۷) یہ وہ پہلا گھر ہے خدا کا جو تمام بنی نوع انسان کے لئے بنایا گیا اور بَکَّۃ میں بنایا گیا ہے۔ پس آپؐ کو اس گھر کی سرداری عطا ہونی تھی جو تمام دنیا میں خدا کی خاطر بنانے والے گھروں میں سب سے پہلا گھر تھا اور سارے بنی نوع انسان کے لئے مشترک اس لئے یہ کہنا کسی عرب سے یہ ممکن نہیں تھا کہ آپؐ کو مجنون کہہ دیتا۔ جانتا تھا اور بچہ بچہ جانتا تھا، کوئی اس بات سے عرب میں

بے خبر نہیں تھا کہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ علم و دانش کا سرچشمہ ہیں۔ پس جنون کہنے کے ساتھ اس کی کوئی توجیہہ بتانی ضروری تھی، یہ بتانا ضروری تھا کہ یہ عشق کا جنون ہے اس کے بغیر کوئی سننے والا اس بات کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ عشق کا جنون ایسا جنون ہے جو عاقل کو بھی دیوانہ کر دیتا ہے اور عقل اور دیوانگی میں جو دوری پائی جاتی ہے جو بُعد ہے، عشق کا پُل ہے جو اُسے پاٹ دیتا ہے، یکجا کر دیا کرتا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی مضمون کو ایسی پیاری زبان میں بیان فرمایا جب یہ کہا

تا نہ دیوانہ شدم، ہوش نیامد بسرم
اے جنوں، گرد تو گردم کہ چہ احساں کر دی (درثمین فارسی صفحہ:۲۱۷)

جب تک میں دیوانہ نہیں ہو گیا مجھے ہوش نہیں آیا، لیکن یہ دیوانگی آئی کہاں سے۔ اے جنوں، گرد تو گردم کہ چہ احساں کر دی۔ یہ عشق کا جنوں تھا جس نے یہ دیوانگی عطا فرمائی۔ تو جس کا مضمون محبت اور عشق کا چل رہا ہے۔ پہلا شعر یہ ہے

اے محبت عجب آثار نمایاں کر دی
زخم و مرہم برہِ یار تو یکساں کر دی (درثمین فارسی صفحہ:۲۱۷)

پس اس پہلے شعر کی روشنی میں جب آپ اس شعر کو پڑھتے اور سمجھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ محبت کا مضمون ہے اور محبت ہی وہ چیز ہے جو عقل اور جنون کو اکٹھا کر دیا کرتی ہے۔ پہلے شعر کا مطلب جن کو فارسی نہیں آتی ان کی خاطر بتاتا ہوں۔ فرماتے ہیں: اے محبت عجب آثار نمایاں کر دی۔ اے محبت تو نے عجیب قسم کے نشان ظاہر کئے ہیں۔ زخم و مرہم برہِ یار تو یکساں کر دی۔ تو نے زخم اور مرہم کو یار کے رستے میں اکٹھا کر دیا ہے۔ زخم اور مرہم دو جدا چیزیں ہیں۔ ایک ہی چیز جو زخم بھی ہو جائے اور مرہم بھی بن جائے اسی کا نام جنون ہے۔ تا نہ دیوانہ شدم ہوش نیامد بسرم

دیکھیں اسی مضمون کو کس عمدگی سے آپ نے آگے بڑھایا۔ یہ جو بات میں کہہ رہا ہوں یہ تو دیوانگی کی بات ہے۔ زخم اور مرہم ایک کیسے ہو سکتے ہیں۔ ایک ہی چیز کے دو نام کیسے بن سکتے ہیں۔ فرمایا اس طرح کہ تمہیں عشق میں جنون ہو جائے۔ تا نہ دیوانہ شدم ہوش نیامد بسرم۔ جب تک میں دیوانہ نہیں ہو گیا مجھے ہوش نہیں آئی۔ اے جنوں گرد تو گردم۔ اے جنوں تو میرا کعبہ بن جا۔ تیرے گرد میں گھوموں۔ تو نے کتنا بڑا احسان کیا ہے۔

پس یہی وہ نکتہ تھا جس کو عرب حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات میں پہچان گئے تھے، جانتے تھے اس عقل و دانش کے سر چشمے کو اگر عشق کا دیوانہ نہ کہا جائے تو کوئی ہماری بات کو تسلیم نہیں کرے گا اور اس لحاظ سے یہ بات عارفانہ تھی حقیقت یہی ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنے رب سے عشق ہو گیا تھا۔ ورنہ جو راہِ خدا میں دیوانگی کے کام آپؐ سے ظاہر ہوئے جو حیرت انگیز کام جو دیکھنے والے کو ناممکن دکھائی دیتے تھے آپؐ کی ظاہری طور پر بے بس اور بے کس ذات سے وہ عظیم معجزے جو ظاہر ہوئے ہیں یہ حقیقت میں عشق ہی کے معجزے تھے۔ اور حقیقی عشق ہی ہے جو عقل و دانش کو کامل کرتا ہے اور پختہ کرتا ہے۔ عشق کی دیوانگی کے بعد انسان جانتا ہے کہ عقل کے کیا معنی ہیں۔

پس جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا احمدیت کا آغاز وہی آغاز سچا ہو گا جو اسلام کا آغاز تھا جس کے بغیر احمدیت کے کسی دوسرے آغاز کے کوئی معنی نہیں اور ان معنوں میں جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس شعر پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے اسی طرح احمدیت کا آغاز فرمایا جیسا کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کو عشق کے نتیجے میں جنون عطا ہوا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپ ﷺ کی غلامی میں پہلے عشق اور پھر جنون عطا ہوا تھا پھر جنون کا عرفان عطا ہوا اور آپؑ سمجھ گئے کہ اس کے بغیر دنیا میں انقلاب برپا کرنا ممکن نہیں اور آپؑ کے زمانے میں ایسا ہی ہوا۔ کوئی مدرسہ جاری نہیں ہوا جس میں مبلغ تیار ہوتے ہوں، کوئی ایسی کتابیں نہیں تھیں جو تدریس کے طور پر پڑھائی جاتی ہوں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایسے ادنیٰ ادنیٰ غلام بھی جن کو کوئی تعلیم حاصل نہیں تھی، دنیا کی بھی کوئی تعلیم حاصل نہیں تھی، لفظوں کی شُدھ بُدھ سے بھی واقف نہیں تھے۔ وہ بھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غلامی میں آ کر ایسے صاحبِ عرفان بنے کہ بڑے بڑے لوگوں کے منہ اُنہوں نے بند کر دیئے۔ ایسا علم ان کو عطا ہوا جو روحانی علم تھا، جو قرآن کا علم تھا، جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے روحانی چشموں کی صورت میں جاری رہتا تھا اور آپ کے دل سے نور کے سوتوں کی طرح پھوٹا کرتا تھا، ان کے دماغوں کو بھی معطر کر دیتا تھا اور دلوں کو بھی روشن کر دیتا تھا۔ وہ یہ نور لئے پھرتے تھے جس سے وہ اپنے علاقوں کو روشنی عطا کرتے رہے۔

چنانچہ احمدیت کے آغاز کی تاریخ میں جب میں نے پاکستان میں دورے کے وقت مختلف

دیہات میں معلوم کیا کہ کون لوگ تھے جو پہلے احمدی ہوئے ،تو بسا اوقات یہ معلوم کر کے حیران رہ جاتا تھا کہ ابتدائی احمدی ہونے والے کوئی بڑے عالم نہیں تھے ،سیدھے سادھے سادہ لوح زمیندار۔ اگر پڑھنا جانتے تھے تو بس شُدھ بُدھ کی حد تک اس سے زیادہ نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔آپ کو ایک نظر دیکھا وہ نظر عشق میں تبدیل ہوگئی۔ وہ عشق جنون میں بدل گیا اور وہی جنون تھا جس نے ان کے علاقوں میں ایک عظیم انقلاب برپا کر دیا۔ حیرت انگیز بات ہے کہ تھوڑے تھوڑے سادہ لوح تقریباً ان پڑھ زمینداروں نے اپنے علاقوں میں ہر طرف ایک تہلکہ مچادیا۔ پس احمدیت کا آغاز حقیقتاً وہی آغاز ہے جو اسلام کا آغاز تھا اور ہمیشہ کے لئے سچا آغاز کہلانے کا مستحق یہی آغاز ہے جو آج بھی ہے، کل بھی ایسا ہی ہوگا۔

پس آج احمدیت خدا کے فضل کے ساتھ دوبارہ اسی مضمون کی طرف لوٹ رہی ہے اور جگہ جگہ میں نظر دوڑا کے دیکھ رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ہر شخص خواہ وہ علم میں کسی مقام پر ہو یا لاعلمی میں کسی جگہ کھڑا ہو اس کا اب ایک ہی جیسا حال ہوتا چلا جا رہا ہے۔ ان پڑھ بھی تبلیغ کر رہے ہیں، پڑھے لکھے بھی تبلیغ کر رہے ہیں ۔ رفتہ رفتہ یہ جوش اور ولولہ پھیلتا چلا جا رہا ہے، بچوں میں بھی شوق پیدا ہو گیا ہے ،لڑکیاں بھی اپنی اپنی توفیق کے مطابق اپنے سکولوں میں تبلیغ کرتی ہیں اور ہر دورے کے وقت مجھے نئے دلکش مناظر دکھائی دیتے ہیں۔ اس سے پہلے جب میں سپین میں آیا تھا میں نے آپ کو خود بتایا تھا کہ ایک لحاظ سے طبیعت بڑی برگشتہ اور مایوس تھی ایک لمبے عرصے سے یہاں مشن قائم تھا لیکن سوائے ایک خاندان کے اور سوائے ایک دو اور افراد کے کسی کو تبلیغ کا شوق نہیں تھا۔

جب میں آیا میرے ساتھ نوجوان سیروں پر گئے ان کو سمجھایا ، مجلسوں میں بیٹھ کر باتیں ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ زمین زرخیز تھی اور بیج کو قبول کرنے والی تھی ۔ چنانچہ اب جب میں نے یہاں دیکھا ہے تو خدا کے فضل سے ایسے ایسے نوجوان اور مرد اور عورتیں اور بچے تبلیغ میں مصروف ہو چکے ہیں کہ ان کی کوشش کے نتیجے میں جن لوگوں کو دلچسپی پیدا ہوئی ہے وہ آکر گواہی دیتے ہیں، وہ ملتے ہیں تو بتاتے ہیں کہ کیوں ان کو احمدیت کی طرف توجہ پیدا ہوئی ۔ اور سب سے اچھی رپورٹ وہی ہے جو متاثر آدمی دیا کرتے ہیں ورنہ اپنے ہاتھ سے لکھ لکھ کر خط بھجوانا کہ ہم اتنی تبلیغ کر رہے ہیں اور اتنی تبلیغ کر رہے ہیں وقتی طور پر وہ خوشی تو پہنچا دیتا ہے لیکن یقین کے مقام تک نہیں

پہنچاتا۔ بہت سے ایسے ہیں جو ہر لحاظ سے سچے ہیں۔ ان کی زبان بھی سچی ان کی تحریر بھی سچی ان میں مبالغہ نہیں ہوتا۔ ایسے خطوں سے سچی رپورٹیں ملتی ہیں اور دل خوش ہوتا ہے لیکن ایسے بھی ہم میں کمزور ہیں جو اپنی بات کو سجا کر پیش کرنا جانتے ہیں۔ خواہ نیت نیک ہی ہو خواہ نیت یہ ہو کہ اس طرح ہم زیادہ دعائیں کھینچیں گے مگر زیادہ دعاؤں کے شوق میں جو مبالغہ کر جاتے ہیں اسی حد تک دعاؤں کے فیض سے وہ محروم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ **دعا زمین سے تو اٹھے گی مگر صرف ایک کنارے پر دعا نہیں بنا کرتی۔ دعا مکمل تب ہوتی ہے جب دوسرے کنارے تک پہنچے اور وہاں مقبول ہو جائے۔ اگر وہاں نہ پہنچے اور اس کا دوسرا سرا عرش کے پاؤں سے نہ باندھا جائے تو خواہ زمین سے عرش تک اٹھتی ہوئی دعا دکھائی دے وہ بیکار جائے گی۔ اصل دعا اس کو ملتی ہے جو پاکیزگی اور سچائی کے ساتھ بات بیان کرتا ہے۔** مگر بہر حال میری دعا تو یہی ہے کہ جو کمزور ہیں جو کسی وجہ سے اپنی رپورٹوں میں مبالغہ بھی کر دیتے ہیں اگر کوئی کمی رہ جاتی ہے تو اللہ اپنے فضل سے پوری کر دے۔ ان کے حق میں بھی دعائیں سنے لیکن جو دل کی گہرائی سے نکل کر آسمان کی بلندیوں تک پہنچنے والی دعا ہے وہ وہی ہے جب انسان کسی کی محنتوں کے پھل کو دیکھتا ہے۔ ایک زمیندار آپ سے کہے کہ میں نے اتنی محنت کی، اتنے ہل چلائے، اتنے پانی دیئے، اتنی راتوں کو جاگا۔ بہت خوشی ہوگی اس کی باتیں سن کر لیکن جب آپ پوچھیں کہ گھر میں گندم کتنی ہاتھ آئی تو کہے کہ گندم تو ضائع ہوگئی کچھ بھی ہاتھ نہ آیا تو ساری خوشی ملیا میٹ ہو جائے گی اور افسوس میں بدل جائے گی لیکن ایک شخص کچھ نہ بتائے صرف یہ بتائے کہ میرے گھر خدا کے فضل سے میری زمینوں سے فی ایکڑ ستر من گندم ہاتھ آئی ہے۔ وہ ستر من کا لفظ اس کی سارے سال کی محنتوں کی تصویر ایسی خوبصورتی سے آپ کے سامنے کھینچ دے گا کہ کسی رپورٹ کی ضرورت نہیں رہتی۔

پس میں نے جو اس دورے میں محسوس کیا ہے۔ فرانس میں بھی اور سپین میں بھی وہ یہ ہے کہ وہ لوگ ملے ہیں آ کر جن کو تبلیغ پہنچی ہے اور وہ بتاتے ہیں کہ کہاں سے پہنچی ہے۔ جو بیعتیں ہوئی ہیں وہ اس کے علاوہ خود گواہ ہیں اور ہمیشہ کے لئے گواہ بنی رہیں گی کہ خدا کے فضل سے آپ کی چھوٹی سی جماعت میں زندگی کی ایک نئی روح دوڑ رہی ہے اور ابھی آغاز ہے اگر اسی طرح باہمی محبت کے ساتھ، امیر کی اطاعت میں یکجان ہوتے ہوئے جو بہت ہی ضروری ہے ایک دوسرے پر بدظنیاں کرتے ہوئے نہیں بلکہ حسن ظنیاں کرتے ہوئے، ایک دوسرے کی کمزوریوں سے درگزر کرتے ہوئے خدا کی

راہ میں دعوت الی اللہ کرتے رہیں گے تو یہ آپ کے نیک اعمال یعنی اندرونی نیکیاں لازماً خدا کے حضور مقبول ہوں گی اور اس کے نتیجے میں آپ کا بیرونی کام پھل دار بنے گا۔

بارہا میں نے جماعت کو سمجھایا ہے کہ قرآنِ کریم جو ایک اعجاز ہے، کلام اور حسنِ کلام کا اعجاز، اس نے دعوت الی اللہ کے مضمون کو نیک عمل کے ساتھ باندھ دیا ہے۔ فرماتا ہے وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا (حٰم السجدۃ: ۳۴) اس سے زیادہ حسین قول والا کون ہوسکتا ہے اس سے زیادہ جاذبِ نظر پُرکشش بات اور کس کی ہوسکتی ہے جس نے خدا کی طرف بلایا اور خوبصورت اعمال سے اپنے قول کو تقویت بخشی۔

پس دوسری بات جو میں نے محسوس کی ہے اور جس کا پہلی بات سے گہرا تعلق ہے وہ یہ ہے کہ آپ سپین میں آپس میں چھوٹی چھوٹی کمینی باتوں پر جھگڑے نہیں کریں۔ اس سے پہلے لوگ ملاقاتیں مانگا کرتے تھے اور مجھے اندازہ ہو جاتا تھا کہ مربی کے خلاف شکایتیں کرنی ہیں۔ ایک نے شکایت کی دوسرے نے اس کی شکایت کو توڑا، ایک اور نے وقت مانگا اس نے اس کے متعلق کیڑے ڈالے جس نے بات کی تھی، ایک چوتھے کو خیال آیا کہ میں اس کی بات کا جواب دوں۔ عجیب وغریب قسم کی کھچڑیاں بیہودہ سی پکتی تھیں اور دال میں کہتے ہیں کالا کالا لیکن یہ ایسی کھچڑی تھی جس میں دال نہیں صرف کالا کالا ہی ہوتا تھا نہایت طبیعت متنفر ہوتی تھی۔ کچھ کو ڈانٹا، کچھ کو سمجھایا پیار سے، کچھ سے خط وکتابت کی، لمبا عرصہ بحثیں کیں، سمجھایا اور میں نے کہا کہ میں اس بات کو سمجھا کے چھوڑوں گا ورنہ نہیں چھوڑوں گا کہ جب تک امیر کی اطاعت پر تم اکٹھے نہیں ہو جاتے جب تک امیر کے ساتھ نرمی کا سلوک نہیں کرتے، ادب اور محبت کا سلوک نہیں کرتے۔ جب تک تمہارا حوصلہ اتنا نہیں بلند ہوتا کہ امیر تم پر سختی بھی کرے اور ناواجب سختی بھی کرے تب بھی جس طرح بچہ اپنے باپ کے سامنے اپنا سرِ تسلیم خم کر دیتا ہے اور اس کی سخت باتوں کو بھی سن لیتا ہے۔ جب تک اس جذبے کے ساتھ اپنے امیر کی باتیں سننے کی عادت نہیں ڈالو گے تمہارے کاموں میں برکت نہیں پڑے گی جو چاہو کرتے رہو۔ تمہاری نیکیاں ساری ضائع چلی جائیں گی ان کو پھل نہیں لگے گا کیونکہ قرآنِ کریم نے تبلیغ کے پھل کے سلسلے میں یہی انداز ہمیں سمجھایا ہے مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا اس سے بہتر کس کے قول میں کشش ہوسکتی ہے۔ اَحْسَنُ معنی حسین، جاذبِ نظر، دلوں کو

کھینچنے والا۔ جس کا عمل نیک ہو اگر عمل نیک نہیں ہے تو باتیں خواہ کتنی پیاری ہوں ساری ہوا میں ہر طرف اُڑ کر بکھر جائیں گی اور ان کا کوئی بھی فائدہ نہیں ہوگا۔ وہ کسی زمین میں پیوست نہیں ہوں گی۔ وہ کوئی ایسا بیج نہیں بنیں گی جن سے آگے نونہال درخت پھوٹیں اور ان درختوں کو پھر پھل لگیں۔ اس لئے تم خواہ مخواہ اپنی باتوں کو ضائع نہ کرو بلکہ اکٹھے رہو، پیار اور محبت سے ایک دوسرے کے ساتھ جُڑ کر رہو، ایک امیر کی اطاعت میں سرِ تسلیم خم کرو اور اگر اس کی کمزوریوں سے درگزر نہیں کر سکتے۔ تو اس کی معرفت مجھے لکھو، میں اسے سمجھاؤں گا چنانچہ اس کے نتیجے میں مجھے بہت سے لوگوں نے بعض شکایتیں لکھیں، تحقیق ہوئی اور کئی دفعہ سچی نکلی۔ اس پر مجھے کوئی شکوہ نہیں ہوا۔ میں نے کہا آپ کو یہ حق دیا تھا آپ نے اس کو استعمال کیا ہے چنانچہ اس شخص کو جس کے خلاف وہ درست رپورٹ تھی اس کو بھی سمجھایا گیا۔ بڑی سرزنش کی گئی لیکن اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ جماعت کے اندر سعادت کا مادہ پایا جاتا تھا۔ کوئی ایک شخص بھی خدا کے فضل سے ضائع نہیں ہوا۔ بعضوں سے بہت سختی کی، بعضوں کو عہدوں سے ہٹایا گیا، کہا گیا کہ آئندہ تمہارے سپرد کوئی خدمت نہیں کی جائے گی لیکن چونکہ سعادت تھی اس لئے انہوں نے میری سختی کو بھی شرح صدر کے ساتھ قبول کیا، سرِ تسلیم خم کیا، اپنی غلطیوں کو سمجھا، یا نہیں بھی سمجھا تو معافی مانگی اور عہد کیا کہ آئندہ پھر آپ کو ہماری طرف سے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ نتیجۃً اب یہ جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک بالکل نئی حالت پر آچکی ہے۔

اب ضرورت ہے کہ اس جماعت کو خود اپنی تربیت کی طرف توجہ کرنے پر آمادہ کیا جائے۔ اس بارے میں ان کو سمجھایا جائے کہ سب سے اچھی تربیت وہی ہوتی ہے جو انسان خود کرے۔ جس کے دل میں ایک مربی پیدا ہو جائے، جس شخص کو یہ محسوس ہو کہ میرے سپرد بڑے بڑے کام ہو چکے ہیں اور میں کرنا شروع کر چکا ہوں لیکن میرے اندر پوری استطاعت نہیں ہے، میں پوری طرح ان کاموں کا اہل نہیں ہوں، تبلیغ کرتا ہوں لیکن میرا دینی علم کمزور ہے، نیکی کی تعلیم دیتا ہوں لیکن بنیادی کمزوریاں ہیں۔ عبادت کی طرف سے غافل ہوں یا نماز پڑھتا ہوں تو ترجمہ نہیں جانتا۔ لوگ مجھ سے پوچھیں گے کہ نماز کیا ہے تو میں کیا سمجھاؤں گا۔ یہ وہ سوالات ہیں جو خود بخود ایک مبلغ کے دل میں پیدا ہوتے رہتے ہیں اور اس سفر کا ایک لازمی حصہ ہیں۔

پس اب ضرورت ہے کہ جماعت کو اس اہم شعبے کی طرف متوجہ کیا جائے یعنی خود اپنی

تربیت کا شعبہ اور جماعت کو سمجھایا جائے کہ باہر کا مربی ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک انسان کے اپنے دل میں ایک مربی نہ پیدا ہو جائے۔ اپنی علمی کمزوری کی طرف توجہ ہو اور دل اس بات پر بار بار زور لگائے اور اپنی ذات میں آپ سے احتجاج کرے اور کہے کہ مجھے کچھ بتاؤ میں کیا کروں۔ میرے لئے کچھ کرو کیونکہ مجھے موجودہ حالت پر چین نہیں آتا۔ دل کا یہ کام ہے، دل کی زبان بظاہر گونگی ہے علمی لحاظ سے تفاصیل میں نہیں جاتا لیکن بہت ہی پیارا کام ہے جو یہ کرتا ہے۔ مچلتا ہے، بیقراری کا اظہار کرتا ہے، مطالبے کرتا ہے خواہ وہ بالکل سادہ ستھرے، خواہ معمولی زبان میں مطالبے ہوں یا زبان نہ بھی ہو تو ان کے مطالبوں کا مطلب سمجھ آجاتا ہے۔ چھوٹے بچے جن کو بولنا نہیں آتا جب وہ اپنی ماؤں سے مطالبے کرتے ہیں تو زبان سے تو نہیں کیا کرتے وہ اپنے چھوٹے سے بستر پہ تڑپتے ہیں، ٹانگیں مارتے ہیں، روتے ہیں، چیختے ہیں۔ ماں کا کام ہے سمجھے اور جب تک وہ سمجھ نہ جائے وہ بچے اپنی ضد نہیں چھوڑتے اپنا مطالبہ نہیں چھوڑتے۔

پس دل کا یہی حال ہے۔ عقل اگر ماں باپ کا مقام رکھتی ہے، عقل زبان رکھتی ہے، عقل سمجھتی ہے اور سمجھانا جانتی ہے۔ تو دل بھی اپنی زبان رکھتا ہے اور اپنے طور طریق ہیں جن کے ذریعہ یہ دوسرے کو بات سمجھا دیا کرتا ہے۔ اور دل کے سمجھانے کے طریق ایک معصوم بچے کی طرح اس کی بے چینی اور بیقراری ہے۔ پس ایک انسان جسے اپنی کمزوری کا احساس ہو اور وہ احساس بے چینی میں بدل جائے۔ اس احساس کے نتیجے میں وہ نہ دن کو چین پائے نہ رات کو چین پائے وہ ضرور کچھ نہ کچھ دماغ کو آمادہ کر کے چھوڑے گا کہ وہ اس کے لئے کچھ کرے۔ پس وہ لوگ جو علمی ترقی کرتے ہیں ضروری نہیں ہے کہ وہ کسی مدرسے میں تعلیم پائیں۔ بہت سے ایسے احمدی میرے علم میں ہیں جنہوں نے خود اپنی تربیت کی ہے اس لئے کہ ان کا دل پہلے تڑپا تھا، ان کے دل نے اس بات کو محسوس کیا تھا کہ جو مقام اور مرتبہ مجھے عطا ہوا ہے اس کے مطابق مجھے علم نہیں ہے اور اس لحاظ سے میں پیچھے رہ گیا ہوں۔ چنانچہ اس وجہ سے ان کے دلوں میں شوق پیدا ہوئے انہوں نے از خود محنتیں کیں، خود پڑھنا شروع کیا، اپنی کمزوریوں کو دور کیا، اگر دلائل میں کمزور تھے تو دلائل کی طرف توجہ کی غرضیکہ مربی دل میں پہلے پیدا ہوتا ہے۔ تب انسان حقیقت میں علمی اور دینی تربیت حاصل کرتا ہے۔ اگر دل سے وہ مطالبہ نہ پیدا ہو، دل سے کسی چیز کی تڑپ کی آواز سنائی نہ دے تو باہر سے لاکھ کوشش کی جائے ایسے

شخص پر کوئی خاص اثر نہیں پڑتا۔

خدام الاحمدیہ کی تربیتی کلاسز لگا کرتی ہیں، انصار اللہ بھی کرتے ہیں، لجنہ بھی، کتنے ہیں جو ان میں آتے ہیں؟ کتنے فائدہ اٹھاتے ہیں؟ وہ چند گنتی کے لوگ جن کے دل میں پہلے سے ہی احساس ہوتا ہے کہ ضرورت ہے۔ جب آواز پہنچتی ہے کہ ایسا انتظام ہو گیا ہے تو وہ شوق سے مزے سے اس میں حصہ لیتے ہیں لیکن وہ لوگ جن کے دل میں مربی پیدا نہیں ہوتا ان تک لاکھ آوازیں پہنچائی جائیں، ہر خطبے میں اعلان ہو بلکہ ہر نماز میں بھی اعلان کیا جائے تو ایسے لوگ جن کے دل کے اندر سے طلب پیدا نہیں ہوتی وہ سُنی ان سُنی کر کے وہاں سے گزر جاتے ہیں اور ان کو کوئی پیغام نہیں ملتا۔ کوئی فیض ان کو نہیں ملتا ۔

پس میں جب کہتا ہوں کہ جماعت سپین کو اب یہ احساس دلانے کی ضرورت ہے کہ اپنے اندر مربی پیدا کرو۔ تبلیغ کے جو کام شروع کئے ہیں اس کے دوران جو خامیاں ہمیں نظر آئی ہیں کسی باہر سے آنے والے نے وہ خامیاں تمہیں نہیں بتانی۔ تبلیغ کے دوران تمہیں خود معلوم ہوگا، تم سے بہتر کوئی نہیں جانتا کہ کس علمی کمی کو تم نے محسوس کیا ہے، کس دینی تربیت کی کمی کو تم نے محسوس کیا ہے۔ یہ احساس ایک ایسا احساس ہے جسے ان مِٹ بنانا ضروری ہے کیونکہ ایسا احساس تو ہر شخص کو کچھ نہ کچھ ضرور ہوتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ بعضوں کے احساس آئے اور مِٹ گئے جیسے ریت پر لکھی ہوئی تحریریں ہوا کرتی ہیں۔ آج آندھی ایک طرف سے چلی ہے ایک سمت کی لہریں ڈال گئی ہے۔ دوسری دن دوسری سمت سے چلی ہے ان لہروں کو بدل کر اس نے ان کا رُخ بدل دیا، نئی سمت کی لہریں بن گئیں۔ کبھی جھکڑ اس طرح چلتے ہیں کہ کچھ بھی باقی نہیں رہتا کھچڑی سی بن جاتی ہے۔ تو ایسا شخص جو نیک نصیحتوں کو اس طرح قبول کرتا ہے جیسے ریت ہواؤں کے اثر کو قبول کرتی ہے اس کی قبول کرنے کی صلاحیت کا کوئی بھی فائدہ نہیں ہوتا، وہ بغیر شک کے مٹ جایا کرتی ہے لیکن بعض ایسے لوگ ہیں جن کو ایک چھوٹی سی بات بھی اس طرح گہرا اثر کر جاتی ہے کہ ان کے دل کی اَن مِٹ تحریر بن جایا کرتی ہے۔ ان کی زندگیاں اس پیغام سے پھر ہمیشہ فائدہ اٹھاتی رہتی ہیں اور ہمیشہ تبلیغ ہوتی رہتی ہے۔

بڑے لوگوں کے واقعات آپ پڑھیں، ان کی زندگیوں کے سرگزشت خواہ خود انہوں نے لکھی ہو یا کسی نے لکھی ہو ان کو پڑھ کر دیکھیں آپ کو بسا اوقات یہ معلوم ہوگا کہ ایک انسان جس کو

اللہ تعالیٰ نے بڑا مرتبہ عطا کیا جب اس سے پوچھا جائے کہ بتاؤ کس چیز نے تمہیں اتنی لمبی اور اتنی مسلسل ایک ہی سمت میں جاری وساری محنت پر آمادہ کیا۔ تو وہ سوچ کر تمہیں یہ بتائے گا کہ فلاں وقت یہ واقعہ ہوا تھا، میں بچہ تھا یا میری اتنی عمر تھی، میں نے یہ نظارہ دیکھا تھا اور وہ پیغام ایسا میرے دل پر نقش ہوا کہ پتھر کی لکیر بن گیا اور ہمیشہ اس نے مجھے آئندہ میرے نشو ونما کے زمانے میں میرا مقصد یاد کرایا، میرا رُخ معین کیا اور مجھے اس محنت پر آمادہ کرتا رہا اس کی طاقت بخشتا رہا جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل کے ساتھ اس مقام پر پہنچایا ہے۔

پس ایسے دل پہلے بنائیں جوان تحریکات کو جو وقتاً فوقتاً آپ کے دل میں ضرور اٹھتی ہیں اور ہر مبلغ کے دل میں اٹھتی ہیں، ان کو مستقل کر دے، ان کو دائمی بنا دے، اس بات کی ضمانت دے کہ یہ نیک تحریکات جو آپ کے دل میں اٹھتی ہیں وہ ضائع نہیں جائیں گی۔ چنانچہ فرشتوں کے متعلق آنحضرت ﷺ نے جو مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے اُن میں ایک یہ بات بھی ہے کہ فرشتے جب نیکی کی تحریک کرتے ہیں تو بعض دل ہیں جوان کو قبول کر لیتے ہیں اور پھر ہمیشہ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ بعض دل ہیں جو متاثر ہوتے ہیں اور پھر ان کو بھول جاتے ہیں۔ اور وہ وقتی طور پر ایک لذت کو محسوس کرتے ہیں لیکن وہ دائمی لذت نہیں۔ میں امید رکھتا ہوں کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو نیکی کی طرف کئی ٹھوس اقدام کرنے کی توفیق بخشی ہے وہاں اس ضروری قدم کی طرف بھی آپ متوجہ ہوں گے۔ آپ میں سے ہر ایک خود اپنی تربیت کی کوشش کرے گا اور اپنی تربیت کی کوشش میں وہ جماعت سے جس حد تک مدد ممکن ہے طلب کرے گا۔ یہ نہیں ہو گا کہ مربی پیچھے پھرتا رہے کہ تم اس سے یہ بات حاصل کرو، وہ بات حاصل کرو بلکہ شاگرد مربی کے پیچھے پھرے اور کہے مجھے وقت دو میں نے یہ بھی تم سے سیکھنا ہے اور یہ بھی سیکھنا ہے۔

چنانچہ واقعۃً ایک زمانہ تھا جب پنجاب میں خصوصیت کے ساتھ یہ رواج تھا کہ لوگ مولویوں کی تلاش میں نکلا کرتے تھے۔ اب حالات بدل گئے ہیں، اب بیچارہ مولوی یا مدرس اپنے شاگردوں کی تلاش میں نکلتا ہے کہ کوئی آئے اور میری بات سُنے۔ نصیحت کرنے والا ڈھونڈتا ہے ایسے دلوں کو جو اس کی نصیحت کی طرف متوجہ ہوں لیکن ایک نیک دور ایسا بھی تھا جبکہ طالبِ علم اساتذہ کی تلاش میں نکلا کرتے تھے اور اب بھی ترقی یافتہ ملکوں میں ایسے ہی ہوتا ہے۔ جنہوں نے علوم وفنون

میں ترقی کی ہے، سائنسوں میں ترقی کی ہے وہ ممالک آج بھی اچھے اساتذہ کے نام کی قدر کرنے والے ہیں اور ان کی تلاش میں لوگ جاتے ہیں۔ ایسی یونیورسٹیوں میں داخل ہونے کے لئے محنت کرتے ہیں، کوشش کرتے ہیں جن میں اچھے مدرس موجود ہوں لیکن تیسری دنیا میں بدقسمتی سے بات اُلٹ چکی ہے۔ آوازیں دی جاتی ہیں کہ آؤ اور ہم سے پڑھو لیکن کوئی نہیں پڑھتا۔ یہ تو خیر ظاہری دنیا کا حال ہے۔ دین کا جہاں تک تعلق ہے وہاں ہمیشہ سے یہی دستور رہا ہے۔ پہلے بھی یہی تھا آج بھی ہے، کل بھی یہی رہے گا کہ مذکّر اور مدرس، نصیحت کرنے والا اور علم عطا کرنے والا آوازیں دیتا رہتا ہے آؤ اور مجھ سے نصیحت حاصل کرو، آؤ اور مجھ سے علم سیکھو لیکن لوگ پیٹھ پھیر کر منہ موڑ کر چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم نے اسی مضمون کو بیان فرمایا وَاِذَآ اَنۡعَمۡنَا عَلَى الۡاِنۡسَانِ اَعۡرَضَ وَنَاٰبِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوۡسًا (بنی اسرائیل:۸۴) کہ دیکھو جب ہم نعمت نازل کرتے ہیں یعنی نبوت، نعمت کی سب سے اعلیٰ قسم نبوت ہی ہے اور یہاں نبوت ہی کے معنوں میں نعمت کا ذکر فرمایا گیا ہے کیونکہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کا تذکرہ چل رہا ہے اس کے بعد یہ آیت آتی ہے فرمایا وَاِذَآ اَنۡعَمۡنَا عَلَى الۡاِنۡسَانِ دیکھو وہ نعمت جب ہم نے سب سے اعلیٰ انسان پر نازل فرمائی یعنی محمد رسول اللہؐ پر تو دوسرا انسان۔ یہاں الۡاِنۡسَانِ سے مراد ایک تو محمد رسول اللہؐ ہیں جن کو نعمت بنا کر بھیجا گیا اور ایک وہ انسان ہے جس کو آپ نے مخاطب کر کے نعمت عطا کرنے کے لئے اپنی طرف بلایا اَعۡرَضَ وَنَاٰبِجَانِبِهٖ پس محمد رسول اللہ ﷺ کی نعمت سے استفادہ کرنے کی بجائے ان جاہلوں نے یہ طریق اختیار کیا کہ اَعۡرَضَ وَنَاٰبِجَانِبِهٖ پہلو تہی کی اور پیٹھ پھیر لی اور دوسری طرف منہ کر کے چل پڑے۔ یہ نعمت اپنے گھر رکھو، ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔

پس اس وجہ سے اس مضمون کو سمجھانے کی ضرورت ہے۔ دنیا کے لحاظ سے خواہ دنیاوی علوم میں کسی قوم کی کیسی ہی حالت کیوں نہ ہو، دینی علوم کے متعلق قرآن کریم کا یہ فتویٰ جس طرح پہلے صادق آتا تھا اُس طرح آج بھی صادق آتا ہے۔ جب خدا کی طرف سے نعمت بانٹنے کا اعلان ہوا کرتا ہے تو بدقسمت انسان اکثر اوقات اس کی طرف پیٹھ کر دیتا ہے اور اس سے بھاگنے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر جماعت احمدیہ تو بدقسمتوں میں سے نہیں ہے، جماعت احمدیہ تو ان خوش نصیبوں میں سے ہے جنہوں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیغام کو قبول کیا اور ایمان لائے اور اس

نعمت کو جو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی صورت میں دنیا میں نازل ہوئی تھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبول کر کے آگے بڑھنے کا اعلان کیا تو جماعت احمد یہ ہی وہ جماعت ہے جس نے لبیک کہتے ہوئے اس کی طرف آگے بڑھنے کا تہیہ کیا اور حسب توفیق کسی نے تھوڑا پایا کسی نے زیادہ پایا اور بہت ہی خوش نصیب ثابت ہو گئے۔

پس آج بھی ضرورت ہے کہ اس نعمت کی طرف توجہ کے لئے دل پیدا کیا جائے اور دینی تربیت کے لئے جب تک آپ کے دل میں خواہش پیدا نہیں ہوگی ، جب تک آپ کے دل میں تمنا بیدار نہیں ہوگی ، جب تک آپ کے اندر ایک خود مربی پیدا نہیں ہوگا ، جو آپ کو بتائے کہ آپ کو ضرورت ہے علم حاصل کرنے کی ، آگے بڑھیں اور حاصل کریں اس وقت تک جماعت کا تربیتی اور علمی نظام آپ کے حق میں کچھ بھی نہیں کر سکتے ۔ یہ نظام تو آنحضرت ﷺ کا جاری کردہ نظام ہے، یہ نظام وہ ہے جس کی تجدید حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی ہے اور اس کے متعلق جیسا کہ میں نے قرآن کی گواہی پیش کی ہے جب تک کوئی توجہ نہیں دے گا اسے کچھ عطا نہیں ہوگا۔

پس اس پہلو سے ہمیں جماعت سپین کو بھی توجہ کرنے کی ضرورت ہے اور چونکہ جماعت سپین سے جو میں باتیں کرتا ہوں یہ ساری دنیا میں پھیلیں گی اور ہر جماعت تک پہنچیں گی اس لئے جماعت کے حوالے سے ساری دنیا کی جماعتوں کو میرا یہی پیغام ہے کہ احباب جماعت میں اپنی تربیت کرنے کی طرف کوشش کرنی چاہئے یا جوڑنا چاہئے دلوں کو اور بتانا چاہئے تم خود سیکھنے کی خواہش کرو، خود تمہارے دل میں تڑپ پیدا ہو پھر تم پیچھے پڑو، پھر تم مربیوں کو ڈھونڈو، پھر اگر وہ سستی کرتے ہیں اور تمہاری طرف توجہ نہیں کرتے تو ان سے بھی شکوے کرو ان کی بات سے مرکز کو بھی مطلع کرو۔ پس ہر احمدی کے لئے خدا کے فضل سے اب نئے نئے چشمے کھولے جارہے ہیں اور وہ چشمے جو پہلے سے موجود تھے لیکن ان کا پانی رُک چکا تھا اس پانی کو دوبارہ جاری کیا جارہا ہے۔ اب وقت ہے کہ آپ اپنی تربیت کی طرف پہلے سے بڑھ کر توجہ کریں اور ان نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں اور خود دیکھیں کہ آپ کی بات میں خدا کے فضل سے پہلے کی نسبت کتنا زیادہ اثر پیدا ہو جاتا ہے۔

ابھی چند دن پہلے میں مسجد بشارت پیدرو آباد میں ایک جماعت کی چھوٹی سی مجلس شوریٰ بلا کر ان کو میں نے سپین میں تبلیغ کے متعلق کچھ ہدایتیں دی تھیں ۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان ہدایتوں سے متعلق

ساری جماعت کو مطلع کیا جائے گا۔ ریکارڈنگ موجود ہے، میں امید رکھتا ہوں کہ امیر صاحب سب تک وہ پہنچائیں گے، بڑے چھوٹے، مرد عورت سب کا خود اپنے کانوں سے وہ سُننا ضروری ہے۔ وہ جب آپ سنیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ ایک دو سال کے اندر سپین کو وسیع پیمانے پر اور سائنسی طریق پر حکمت کے ساتھ احمدیت کا پیغام پہنچانے کا ایک منصوبہ تیار ہوا ہے۔ اس میں آپ سب کا حصہ لینا ضروری ہے۔ وہ لوگ جو مربی یا مبلغ بن چکے ہیں اللہ کے فضل سے ان کے لئے خوشخبری ہے کہ ان کو یہ بتایا جائے گا کہ کس طرح تبلیغ کرنی ہے لیکن جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں تبلیغ کے بعد پھر اپنی تربیت کی بڑی ضرورت ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تبلیغ کے کام پھیلتے ہیں تو تربیت کے تقاضے خود بخود پھیل جاتے ہیں اور ہر نیا آنے والا تربیت کی طلب کرتا ہے۔ وہ آپ سے پوچھے گا کہ مجھے بتاؤ میں کیا کروں؟ اب جو تو نے مجھے نئی زندگی بخشی ہے تو میں کیسا وجود بنوں؟ کس طرح میں اسلام اور احمدیت سے استفادہ کروں؟ یہ سارے سوال ہیں جو اٹھنے والے ہیں۔ اگر آپ نے اس سے پہلے پہلے کہ یہ تبلیغ کثرت سے پھیل جائے اپنی تربیت نہ کی تو آنے والے کل کو سنبھال نہیں سکیں گے اور جو شخص خواہ وہ کیسا ہی محنتی زمیندار کیوں نہ ہو اپنے پھل کو سنبھالنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس کی محنتیں پھل لانے کے باوجود ضائع ہو جائیں گی۔ بعض دفعہ اپنے اختیار میں ہوتا ہے پھل کو سنبھالنا بعض دفعہ نہیں ہوتا اور ہر زمیندار کو تجربہ ہے کہ جب تک دانے گھر نہ آجائیں اس وقت تک اس کا دل اطمینان نہیں پکڑتا۔ دانوں کا گھر میں آجانا تربیت سے تعلق رکھتا ہے۔ پھل سنبھالنے کا یہی مطلب ہے۔ ورنہ ہم نے دیکھا ہے سارا سال محنتیں کرنے کے باوجود بعض دفعہ آخری چند دنوں میں ایسی آندھی آتی ہے ایسا طوفان برپا ہوتا ہے کہ ساری فصل جو پکی ہوئی ہے، کٹ کر چند دنوں کے اندر گھر پہنچنے والی تھی وہ مٹی میں گھل جاتی ہے اس کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔

تو آپ جن کی تربیت کر رہے ہیں ان کے پیچھے تو ہمیشہ دن رات بعض مخالف طاقتیں لگی رہتی ہیں اور جب وہ احمدی ہو جاتے ہیں تو اور زیادہ شدت کے ساتھ منصوبے بنا کر اُن کو آپ سے توڑنے کی کوشش کی جائے گی اس لئے کسی اتفاقی آندھی کا سوال نہیں ہے، ہر روز چلنے والی ایک مصیبت کا نام ہے یعنی تبلیغ کی راہ میں جو لوگ حائل ہوتے ہیں وہ ایک مصیبت ہیں جو ہمیشہ ہر نئے ہونے والے احمدی کے پیچھے پڑ کر واپس مرتد کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اس کے راہ میں مشکلات

حائل کرتے ہیں کئی طرح سے اس کو آپ سے توڑنے کی کوشش کرتے ہیں اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ادھر مخالفانہ طاقتیں اس کو آپ سے جدا کرنے کی کوشش کر رہی ہیں اُدھر آپ کی غفلت خود اس کو دھکے دے رہی ہے۔ ایسی حالت بہت ہی دردناک حالت ہوتی ہے۔ یعنی سارا سال محنت کے بعد یا ایک، دو، تین، چار، پانچ سال بعض دفعہ دس سال کی محنت کے بعد ایک پھل لگا ہے اور اسے سنبھالنے کی بجائے اسے مخالفانہ طاقتوں کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔

سنبھالنے میں دو طرح کے کام ضروری ہیں۔ **ایک یہ کہ جس نے تبلیغ کی ہے اس کو لازماً یہ سمجھنا چاہئے کہ اولین ذمہ داری اس کی ہے۔ اس کو خدا تعالیٰ نے روحانی اولاد عطا کی ہے یہ اس کی کھیتی کا پھل ہے اور اس کو سنبھالنے میں سب سے پہلی ذمہ داری اس کی ہے اور سب سے زیادہ اہلیت بھی اسی کی ہے۔** اسے چاہئے کہ ہر آنے والے کے ساتھ ایسا گہرا ذاتی تعلق بنائے جیسے اپنے خاندان کا وہ کوئی فرد ہو۔ اس کے ساتھ پیار اور محبت کا سلوک کرے، اس کو اپنے گھر میں بلائے، اس کے گھر آنا جانا شروع کرے، اس کے مسائل میں اس کا معین اور مددگار ہو، اس کا مشیر بن جائے، ہر بات میں وہ سمجھے کہ سب سے پہلے اگر مجھے کسی طرف سے مدد مل سکتی ہے تو میرے روحانی مربی کی طرف سے مل سکتی ہے۔ ایسے تبلیغ کرنے والے جو پھل حاصل کرنے کے بعد اس طرح اپنے اُس پھل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو خدا اُنہیں عطا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ان کی تبلیغ پھر نئے نئے رنگ لاتی ہے اور وہی پھل آئندہ کے لئے بیج بن جاتا ہے اور وہی بیج ہے جو آئندہ لہلہاتی ہوئی کھیتیوں میں تبدیل ہو جایا کرتا ہے۔ ایسے لوگوں کی تبلیغ ایک مقام پر پہنچ کر ضائع نہیں ہوتی بلکہ او رنشو ونما پاتی ہے، پلتی ہے، پھولتی ہے، پھلتی ہے اور پھیلتی ہے۔

پس تبلیغ کے مضمون کو اگر آپ گہرائی میں سمجھیں تو یہ نہ ختم ہونے والا مضمون ہے جو لوگ آپ کی تبلیغ کے ذریعہ احمدی ہوئے ہیں ان کو ایسا احمدی بنانا ہے کہ وہ خود آگے مبلغ بن جائیں۔ ایسے ان کی تربیت کرنا کہ وہ آپ کے ساتھ ہمیشہ کے لئے گہرے طور پر وابستہ ہو جائیں۔ آپ سے محبت کرنے لگے آپ سے تعلق رکھنے لگے اور ذاتی طور پر آپ سے اُس کا پیار پیدا ہو جائے۔ یہ نہ صرف یہ کہ انتہائی ضروری ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے قرآن کریم میں کھلم کھلا یہی پیغام ہے جو آپ کو دیا گیا ہے۔ چنانچہ وہ آیت جس کی بار ہا میں نے تلاوت کی، بار ہا اس کے مضامین آپ کو سمجھائے ہیں۔ اُن

میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاِذَا الَّذِیۡ بَیۡنَکَ وَ بَیۡنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیۡمٌ (حم السجدۃ:۳۵) دیکھو تبلیغ کا یہ مقصد نہیں ہے کہ پھل صرف حاصل کرو اور پھر ان کو چھوڑتے چلے جاؤ۔ تبلیغ کا مقصد یہ ہے کہ کسی شخص کو جب تم مسلمان بناتے ہو تو ایسا مسلمان بناؤ کہ وہ تم سے محبت کرنے لگے، تمہارا عاشق ہو جائے اور اتنا گہرا رابطہ تم سے پیدا ہو جائے کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیۡمٌ کہ گویا وہ جانثار دوست بن گیا ہے۔

اس رنگ میں آپ نے جب غیروں کو تبلیغ کرنی ہے، تو یاد رکھیں جو آپ کا جانثار دوست ہے وہ آپ کے رنگ پکڑے گا۔ جیسے احمدی آپ ہیں ویسا ہی وہ بنے گا اسی لئے بہت ہی ضروری ہے کہ آپ کی محبت کے نتیجے میں وہ نقصان نہ اٹھائے۔ آپ کی بدعادتیں اس میں منتقل نہ ہو جائیں، آپ کی لغزشیں اس کی لغزشیں نہ بن جائیں، آپ کی کمزوریاں اس کی کمزوریاں نہ ہو جائیں۔ پس تبلیغ کا مضمون بہت ہی گہرا مضمون ہے، بڑی تفصیل کے ساتھ غور کرنے والا مضمون ہے اور بڑی تفصیل کے ساتھ ذمہ داریاں عائد کرنے والا مضمون ہے۔ پس جب میں کہتا ہوں کہ اپنی تربیت کریں تو ان سارے تقاضوں کو، ان احتمالات کو، ان امکانات کو مدّ نظر رکھ کر کہتا ہوں۔

خدا کرے کہ ہر احمدی ایسا مبلغ بنے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس تبلیغ کی برکت سے اس کے نفس کا مربی بیدار ہو جائے۔ اپنے نفس کی تربیت کی طرف وہ متوجہ ہو اور اس تربیت کے نتیجے میں اس کے اعمال زیادہ حسین ہوتے چلے جائیں اور پھر اس کے حق میں پہلے سے زیادہ خدا کا یہ وعدہ پورا ہو کہ جس کے اعمال اچھے ہوں گے اس کے قول میں اور زیادہ تاثیر پیدا ہوتی چلی جائے گی۔ پھر اس کی تربیت کے نتیجے میں جو نئے احمدی اپنی اصلاح کریں وہ بھی خدا کے فضل کے ساتھ ایسے داعی الی اللہ بن جائیں جن کی آواز میں غیر معمولی کشش ہو، جن کے عمل پہلے سے بڑھ کر حسین ہوتے چلے جائیں۔ یہ وہ طریق ہے جس کے نتیجے میں روحانی انقلاب برپا ہوا کرتے ہیں، یہی وہ طریق ہے جس کے نتیجے میں آغازِ اسلام میں ایک ایسا انقلاب برپا ہوا جس نے دشمن کی آندھیوں کے رُخ موڑ دیئے اور کوئی طاقت اس انقلاب پر غالب نہ آسکی۔ یہی وہ انقلاب تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں بڑی شان اور شوکت کے ساتھ جاری ہوا اور باوجود اس کے کہ اس وقت احمدیت نہایت کمزور حالت میں تھی اس کے باوجود ایسی غیر معمولی طاقت کے ساتھ احمدیت نے نشو ونما اختیار کی، اس شان کے ساتھ آگے بڑھی ہے کہ ہر مقابل کے منہ پھر گئے لیکن وہ احمدیت کا منہ

پھیرنے میں ناکام رہا۔

یہ وہ صفاتِ حسنہ ہیں جو آج بھی آپ کے اندر پیدا ہوں گی تو آج بھی ویسے ہی نتائج نکلیں گے جیسے کل نکلے تھے، جیسے آج نکلے ہیں، ویسے ہی نتائج پھر کل بھی نکلیں گے اور آئندہ آنے والی نسلیں آپ کو دعائیں دیں گی کہ جو انہیں تبلیغ کے اسلوب سکھائے۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ خدا کرے کہ جب سپین میں آئندہ آؤں تو اس سے بھی بہت بہتر حالت ہو اور آپ کے نمونے بتا کر باقی دنیا کو بھی تبلیغ کی تحریک کروں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین